بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

أَلْحَمْدُ لله رَبِّ العَالَمِين وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِياءِ وَالمُرْسَلِين نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجمَعِين ، وَبَعْدُ:

092: سورۃ اللیل کی مختصر تفسیر

تفسیر جزء عم میں سے سورۃ اللیل کی مختصر تفسیر بیان کرتے ہیں۔ارشاد باری تعالی ہے:

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى ① وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى ② وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى ③ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّى ④ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى
وَاتَّقَى ⑤ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ⑥ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى ⑦ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ⑧ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى ⑨ فَسَنُيَسِّرُهُ
لِلْعُسْرَى ⑩ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى ⑪ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى ⑫ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَى ⑬ فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا
تَلَظَّى ⑭ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ⑮ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى ⑯ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ⑰ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ⑱ وَمَا
لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ⑲ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ⑳ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ㉑﴾ [الليل: 1-21]

سورۃ اللیل مکی سورۃ ہے اور اس عظیم سورۃ کی اکیس (21) آیتیں ہیں۔اس سورۃ کا بنیادی پیغام اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان ہے لیکن ایک خاص انداز سے اللہ تعالیٰ نے اس پیغام کو بیان فرمایا ہے۔اس عظیم سورۃ میں اور وہ صیغۃ القسم سے اس سورۃ کا آغاز کیا ہے اور جواب القسم میں انسان کا عمل ہے۔اور انسان عمل کے اعتبار سے مختلف ہے۔مختلف اعمال یہ انسان کرتا ہے اور ان اعمال کا بدلہ اس انسان کو دیا جاتا ہے قیامت کے دن۔تو اس عظیم سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعمال کی بنیاد پر انسانوں کی تقسیم فرمائی ہے۔اور انہی اعمال کی بنیاد پر سب سے اچھا انسان اور سب سے برا انسان، سب سے خوش بخت اور سب سے بد بخت انسان اور پھر ان دونوں کا انجام کیا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس عظیم پیغام کو کس انداز سے بیان فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى ①﴾ قسم ہے رات کی جب وہ ڈھانک لے۔(یعنی اپنے اندھیرے سے جب زمین کو ڈھانک لے)

﴿وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى ②﴾ اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے۔

﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى ③﴾ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر اور مادے کو پیدا کیا۔

یہ تین قسمیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کا آغاز ان تین قسموں سے فرمایا ہے۔ آپ ذرا غور کریں ان تین چیزوں میں بھی ایک پیغام ہے۔ کیا پیغام ہے؟ یہ سب متضاد ہیں۔ رات کی قسم پھر دن کی قسم ہے۔ رات کے ساتھ اندھیرے کا ذکر کیا ہے۔ اور دن کے ساتھ دن کی روشنی کا ذکر کیا ہے۔ رات کی ضد میں دن ہے اور اندھیرے کی ضد میں روشنی ہے۔ اور تخلیق اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اس انسان کی نر اور مادہ دو قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور یہ دونوں آپس میں متضاد ہیں۔

اب جواب القسم ہے:

﴿إِنَّ سَعۡيَكُمۡ لَشَتَّىٰ ۝٤﴾ بے شک تمہاری کوشش، تمہاری سعی مختلف ہے۔ (اور یہی بنیادی پیغام ہے۔) جب ہماری سعی مختلف ہے، ہمارے اعمال مختلف ہیں، اور ہم نے مرنا بھی ہے، جب مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ خالق ہے تو ہم نے ہمیشہ نہیں رہنا ہے اس دنیا میں۔ ہم نے مر بھی جانا ہے۔ تو عمل کا ذکر کیوں کیا گیا ہے؟ اس لیے کہ ان اعمال کا بدلہ ملے گا مرنے کے بعد اور اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو ان اعمال کا بدلہ دے دیتا ہے۔ جیسا کہ رات اور دن میں تضاد ہے، اندھیرے اور روشنی میں تضاد ہے، نر اور مادہ میں تضاد ہے، یہ سب مختلف ہیں، اسی طریقے سے انسان کے اعمال بھی مختلف ہیں اور ان میں بھی تضاد پایا جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یہ سعی جو ہے جس میں ہم مختلف ہیں یہ سعی کیسی ہے؟ اس میں کیا تضاد ہے؟ ہمارے اعمال میں کیا تضاد ہو سکتا ہے؟

﴿فَأَمَّا مَنۡ أَعۡطَىٰ وَٱتَّقَىٰ ۝٥﴾ سو جس نے دیا اور پرہیزگاری اختیار کی (تقویٰ کا راستہ اختیار کیا)

﴿وَصَدَّقَ بِٱلۡحُسۡنَىٰ ۝٦﴾ اور اچھی بات کو سچ جانا۔

﴿فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلۡيُسۡرَىٰ ۝٧﴾ پس ہم عنقریب یا ضرور اس کے لیے آسانی کی توفیق کر دیں گے۔ (اس کے لیے آسان راستہ مزید آسان کر دیں گے)

پہلی قسم کے یہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دینے والے ہیں۔ ﴿أَعۡطَىٰ﴾ کیا دیا؟ ہر وہ چیز جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے۔ وہ اپنے خالق کے حکم کی تعمیل کرنا جانتے ہیں۔ زکوٰۃ فرض ہے وہ دیتے ہیں، اپنے گھر والوں پر نان و نفقہ فرض ہے وہ بھی دیتے ہیں۔ جس چیز کا دینا فرض ہے ان پر واجب ہے وہ دیتے ہیں اور جو مستحب ہے اس میں بھی ہمیشہ آگے رہتے ہیں۔ اور ایسا کیوں کرتے ہیں؟ ﴿وَٱتَّقَىٰ﴾ کیونکہ اس نے تقویٰ کا راستہ اختیار کیا ہے۔

انسان تب کوئی اپنی محبوب چیز اپنا محبوب مال خرچ کرتا ہے جب وہ اپنے رب سے ڈرنے والا ہوتا ہے۔ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرنے والا ہوتا ہے۔ جب فرائض کی ادائیگی میں اور محرمات سے دوری میں دوسروں سے آگے ہوتا ہے۔ تو جس نے دیا اور پرہیز گاری اور تقویٰ کا راستہ اختیار کیا ﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ﴾ یہ لازمی ہے کیونکہ ترتیب دیکھیں ﴿أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ﴾ ﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ﴾ حسنیٰ کی تصدیق اگر نہیں ہے تو نہ تقویٰ ہے اور نہ اعطیٰ ہے، کچھ بھی نہیں ہے۔ دینے والا ہے کیونکہ متقی ہے۔ متقی کس بنیاد پر ہے؟ ﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ﴾ اور تصدیق کی حسنیٰ کی۔

"حسنیٰ" سے مراد دو چیزیں ہیں:

- یا تو کلمۃ التقوی ہے (کلمۃ توحید ہے لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ)،
- اور دوسرا مفسرین کا قول یہ ہے کہ "حسنیٰ" سے مراد قال اللہ و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان۔ اور دونوں معنی صحیح ہیں ۔

اگر اساس کی تصدیق نہیں ہے۔ کلمہ توحید کو اگر کسی نے مانا نہیں ہے، سمجھا نہیں ہے، عمل نہیں کیا ہے، اس کے سارے اعمال ضائع ہیں۔ اس کی سعی اس کے کوئی کام نہیں آئے گی۔ جیسا کہ آگے بھی ذکر ہوگا۔ تو اصل اساس ہے، اصل بنیاد ہے ﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ﴾ حسنیٰ کی تصدیق کرنی ہے۔ پس جس نے بھی دیا ہے، پرہیز گاری اور تقویٰ کا راستہ اختیار کیا اور حسنیٰ کی تصدیق کی ہے، کیا ملے گا اسے؟ نتیجہ؟ ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ﴾ "یسرہ" میں جو "سین" ہے اس کے دو معنی ہیں یا اس کے دو فائدے ہیں: ایک ہے عنقریب، مستقبل قریب میں "سین" کے لیے، اور "سوف" اس سے جو تھوڑا سا دور ہو عربی زبان میں۔ اور "سین" تحقیق کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے بہت کم۔ تحقیق کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے عربی زبان میں۔

﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ﴾ عنقریب ہم ضرور اسے آسان راستے کی توفیق دے دیں گے۔ یعنی اگر ابھی وہ آسان راستے پر نہیں ہے لیکن شخص کیسا ہے؟ متقی ہے، اللہ سے ڈرنے والا ہے، اور صحیح عقیدے کا حامل ہے، اللہ کے راستہ میں دینے والا بھی ہے، یہ راستہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسان کر دے گا۔ ضرور ہوگا کیونکہ "سین" تحقیق کے لیے ہے۔ سبحان اللہ! کیونکہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ کچھ لوگ ہیں متقی ہیں، پرہیز گار ہیں، صحیح عقیدہ ہے صحیح منہج ہے لیکن تھوڑے سے دور ہیں، کبھی جھوٹ بول لیا، کبھی دھوکہ کر لیا، کبھی کچھ کر لیا اگر وہ اسی راستے پر چلتے رہیں گے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں گے تو عنقریب ان کے لیے آسان راستہ اللہ تعالیٰ آسان ضرور کر دے گا۔

یہ راستہ دنیا میں اللہ تعالیٰ آسان کر دے گا۔ کیا آسانی ہو گی دنیا میں؟ اس کا دین بھی آسان اس کی دنیا بھی آسان، اس کے دنیاوی امور میں آسانی ہو گی، اس کے دینی امور میں آسانی ہو گی۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بعض ایسے جوان ہیں یعنی پندرہ سولہ سال کی عمر لوگ کہتے ہیں کھیلنے کودنے کی عمر ہے اگرچہ یعنی پچاس سال کے بھی آج کل بچے نظر آتے ہیں، داڑھی سفید ہوتی ہے اور کھیلتے کودتے رہتے ہیں بس۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں عمومی طور پہ یہ کھیلنے کودنے کی عمر ہوتی ہے، آپ غور کریں بعض بچے آپ کو پہلی صف میں نظر آئیں گے نماز پڑھتے ہوئے۔ پانچ وقت کی نماز پہلی صف میں وہاں پہ بیٹھے ہوتے ہیں اور نماز کا انتظار کرتے ہیں، نماز ان کا انتظار نہیں کرتی۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝٧﴾ اللہ نے آسانی کر دی ہے اس کے لیے۔ آسانی کیوں ہوئی ہے؟ کیونکہ وہ متقی ہے ﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝٦﴾ ہے۔ ﴿أَعْطَىٰ﴾ دینے والا ہے۔ اپنی دنیا کو دین پر قربان کرنے والا ہے اصل بات یہ ہے۔

آپ کیا سمجھتے ہیں کہ دین پر عمل کرنے والے جو اس میں ہمیشگی اختیار کرتے ہیں اور ہمیشہ تقویٰ کے کاموں میں اور خیر کے کاموں میں دوسروں سے آگے ہوتے ہیں وہ بغیر قربانی کے آگے ہوتے ہیں؟ وقت لگتا ہے کہ نہیں لگتا؟ طلب علم میں وقت لگتا ہے وقت درکار ہے، عمل کے لیے وقت درکار ہے اور وقت ایسی چیز ہے جو ہوتے ہوئے بھی ہمارے پاس ہوتا نہیں ہے کیونکہ ہم لگانا نہیں چاہتے صحیح وقت کو صحیح جگہ پر صحیح طریقے سے ہمارے لیے لگانا مشکل ہے۔

الغرض! ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝٧﴾ دنیاوی امور میں کچھ مل گیا تو اللہ کا شکر ادا کر لیا نہ ملا تو صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ! دنیا جاتی ہے جان نہیں جاتی ہے دنیا کے ساتھ۔ ثابت قدمی مل جاتی ہے۔ روزگار موجود ہے الحمد للہ۔ اللہ سے ڈرتے ہوئے حلال کماتے ہیں۔ اگر روزگار چھن گیا ہے یا کسی وجہ سے کم ہو گیا ہے رزق میں تنگی ہو گئی ہے تو صبر کرتے ہیں۔ یہ شکر کی اور صبر کی توفیق کون دے رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ دے رہا ہے۔

کیوں؟ کیونکہ اپنی دنیا کو دین پہ قربان کرنے والا ہے، تقویٰ کا راستہ اختیار کرنے والا ہے اور صحیح العقیدہ سچا اور پکا مسلمان ہے۔

دوسری قسم کے لوگ دیکھتے ہیں ذرا (جوان کے ضد میں ہیں) کیونکہ بات کیا ہو رہی ہے؟ متضادات کی بات ہو رہی ہے نہ:

﴿إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۝٤﴾ کتنا "شَتَّىٰ" ہے؟ ہم اپنے اعمال میں کتنے متضاد ہیں اور دور ہیں ایک دوسرے سے؟

دوسری قسم کے لوگ:

﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝٨﴾ اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ رہا۔

﴿أَعْطَى﴾ کی ضد میں (اب ذرا الفاظ دیکھیں غور کریں ذرا) ﴿اللَّيْلِ، النَّهَارِ﴾ ﴿يَغْشَى، تَجَلَّى﴾ یہاں پر دیکھیں آپ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى﴾ کی ضد میں ہے ﴿وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ۝٨﴾ ﴿أَعْطَى﴾ کی ضد میں ﴿بَخِلَ﴾ ہے۔

اچھا ﴿اتَّقَى﴾ کی ضد میں ﴿اسْتَغْنَى﴾ کیوں ہے؟ ایک دینے والا ہے ایک ہاتھ کو روکنے والا ہے بخیل ہے۔ یہ تو سمجھ میں آتا ہے۔ اب ایک طرف تقوی ہے اور ایک طرف بے پرواہ ہے۔ بے پرواہی کس چیز سے ہے؟ اپنے رب سے بے پرواہ ہے۔ اللہ نے اسے کچھ دے دیا ہے، صحت ہے، عافیت ہے، مال ہے، دولت ہے، بیوی ہے، بچے ہیں، بزنس ہے، اس کے پاس کچھ آگیا اب کہتا ہے میں بے پرواہ ہوں یعنی مجھے اپنے رب کی ضرورت ہی نہیں ہے اب۔ زبان سے کوئی نہیں کہتا۔ اپنی حالت سے، اپنے کردار سے، اپنے عمل سے، اپنی سعی سے وہ ثابت کرتا ہے۔ سب کچھ تو ہے اس کے پاس، کیا ضرورت ہے اس کو۔ اس کے نوکر چاکر ہیں، بزنس ہے، مالز ہیں دنیا میں اس کے اپنے جیٹ ہیں کروز ہیں سب موجود ہے اس کے پاس۔ عجب بات یہ ہے اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی ﴿بَخِلَ﴾۔ ﴿بَخِلَ﴾ سے کیا مراد ہے؟ حرام میں ﴿بَخِلَ﴾ نہیں ہے وہاں پہ پیسہ لگانا جانتا ہے، جوئے میں پیسہ لگانا جانتا ہے، محرمات میں پیسہ لگانا جانتا ہے، ناجائز خرچ میں، اسراف میں لیکن خیر کے کاموں میں توفیق نہیں ہوتی۔ زکوۃ میں وہ جانتا نہیں زکوۃ ہوتی کیا ہے۔ سبحان اللہ! اگر بچوں پہ خرچ کرتا ہے تو اسراف کر دیتا ہے۔ توفیق نہیں ہے خیر کی۔

اچھا یہ سب کیوں ہے؟ بخیل بھی ہے، خیر کے کاموں میں بخیل ہے۔ شر کے کاموں میں سب سے آگے نظر آئے گا یہ۔

الا من رحم الله سبحانه وتعالیٰ - اللہ تعالیٰ ہم سب پہ رحم فرمائے۔ ﴿بَخِلَ وَاسْتَغْنَى﴾ کیوں ہے؟ کیونکہ ایک بہت بڑی غلطی کر چکا ہے یہ۔ ﴿وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى ۝٩﴾ اور حسنیٰ کی تکذیب کر بیٹھا ہے۔ جو ہمارے اس وجود کی اساس ہے، بنیادی مقصد ہے اس دنیا میں آئے کیوں ہیں۔ اس "حسنیٰ" کی تصدیق کے لیے ہم آئے ہیں۔

ہمارے رب نے ہمیں کیوں پیدا کیا ہے؟ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝٥٦﴾ (الذاریات:56) یہ "حسنیٰ" ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، قال الله وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم - یہ حسنیٰ ہے، تکذیب کر بیٹھا ہے۔ نہ تو قرآن مجید کی آیت کو مانتا ہے، نہ اپنے رب کے فرمان کو جانتا ہے، نہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی اس کو پرواہ ہے۔ جب اس کی ایسی حالت ہوئی، بدعقیدہ شخص ہے، کافر ہے مشرک ہے، بدعات مکفرہ میں ڈوبا ہوا ہے، اپنے رب سے دور ہے نافرمان ہے۔ کیا ملے گا اسے؟ اس کا نتیجہ کیا ہے؟ اس کا رزلٹ کیا ہے؟ انجام کیا ہے؟

﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴿١٠﴾﴾ سبحان اللہ! الفاظوں کا تضاد دیکھیں، معنی کا تضاد بھی دیکھ لیں آپ۔ یہ اصل بنیاد ہے اس سورۃ کا پیغام دیکھیں آپ۔ ﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ﴾ اس کی ضد میں ﴿فَسَنُعَسِّرُهٗ﴾ نہیں ہے۔ سبحان اللہ! دونوں میں ﴿نُيَسِّرُهٗ﴾ ہے۔ تو ضد کہاں ہے؟ اگلے لفظ میں ہے۔ اور ضد کی انتہا ہے سبحان اللہ!

پہلے میں ﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴿٧﴾﴾ توحید کا راستہ آسان ہے، ایمان کا راستہ آسان ہے۔ حسنیٰ کا راستہ آسان ہے، دینے کا راستہ «أَعْطٰى» کا راستہ آسان ہے، تقوی کا راستہ آسان ہے، کیوں؟ کیونکہ ہمیں اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ اور رب ہمیں جب کسی چیز کا حکم دیتا ہے اس میں مشکل نہیں ہوتی اس میں آسانی ہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تکلیف کے لیے ہمیں پیدا نہیں کیا ہے۔

اچھا دوسرے میں دیکھیں جو ﴿بَخِلَ﴾ ہے ﴿وَاسْتَغْنٰى﴾ ہے، ﴿وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى﴾ ہے ﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ﴾ دونوں لفظ ایک جیسے ہیں دونوں میں، اگلا لفظ ﴿لِلْعُسْرٰى﴾ ہم اس کے لیے مشکل راستہ، کٹھن راستہ، نافرمانی کا راستہ تکذیب کا راستہ، بخل کا راستہ، استغنی کا راستہ، اللہ تعالیٰ سے دوری کا راستہ آسان کر دیں گے۔ اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت اور کوئی مشکل ہو سکتی ہے کسی کی زندگی میں؟ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ تھوڑی سی تکلیف ہوتی ہے بعض اوقات کوئی مشکل پیش آجاتی ہے دنیاوی اعتبار سے، کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ ہائے دنیا جا رہی ہے، ہائے مشکلیں۔ امتحان میں جب مشکل آجائے تو کیسے پسینے چھوٹ جاتے ہیں ہمارے۔ امتحانوں سے گزر کر ہم ڈاکٹر بنے بیٹھے ہیں ایسے تو نہیں ہیں نا، کوئی نا کوئی امتحان تو دیا ہے ہم لوگوں نے یا ایسے ہی ان پڑھ بیٹھے ہیں۔ دنیا کے کئی امتحان آتے ہیں پڑھائی لکھائی کے علاوہ بھی، پسینے چھوٹ جاتے ہیں، پریشانی ہو جاتی ہے کیا ہو گیا ہے۔ سب سے بڑا امتحان یہ امتحان ہوتا ہے جو اصل مشکل ہے اور وہ مشکل اللہ تعالیٰ اس مشکل کے راستے کو آسان کر دے۔ اسے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے "استدراج" ڈھیل ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

اللہ تعالیٰ نافرمان کو پکڑتا نہیں ہے فوراً، اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے پکڑ لیتا تو واللہ آج زمین پر کوئی زندہ نہ ہوتا۔ مومن کے لیے موقع ہوتا ہے یہ پلٹے اور توبہ کر لے، ضعیف ہے مسکین ہے انسان ہے غلطی ہو گئی ہے اس سے۔ کافر کے لیے، نافرمان کے لیے استدراج اور ڈھیل ہوتا ہے۔ گناہ کرتا رہے گا اس کے لیے گناہ کا راستہ آسان کر دیں گے۔ عجب بات ہے، یعنی انسان سوچتا ہے کہ قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے، یعنی دیکھیں بکرا ذبح کرتے ہوئے بھی اگر اللہ کا حکم نہ ہوتا تو بکرا کبھی نہ ذبح کرتے۔ دل کرتا ہے؟ نہیں کرتا ہے کیونکہ جاندار چیز کا یعنی گلا کاٹ دیں۔ اللہ کا حکم ہے عبادت ہے ہم کرتے ہیں۔ جو انسانوں کا

قتل کرتے ہیں ایک انسان کا قتل کیا دوسرے کا آسان ہو جاتا ہے تیسرے کا اور آسان ہو جاتا ہے، دسویں کا اور آسان ہو جاتا ہے، کیوں؟ ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۝١٠﴾

ایک حدیث میں بھی آیا ہے، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انسان اپنے دین کی وسعت میں ہوتا ہے کہ جب تک کہ وہ قتل نہیں کرتا، جب وہ قتل کر دیتا ہے تو اس کا دین اس کے لیے تنگ ہو جاتا ہے اور قتل کرنا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ کوئی آپ شر کا کام دیکھ لیں، انسان کسی کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتا، مومن جو ہے۔ لیکن یہی مسلمان جب کوئی حرام کام کرتا ہے آپ سود کو دیکھ لیں ایک پرسینٹ بھی حرام ہے دس پرسینٹ بھی حرام ہے سود تو سود ہی ہے۔ ایسے لوگ بھی دنیا میں ہم نے دیکھے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے جو سود سے بالکل دور بھاگتے تھے پھر لگے پیسے کمانے کے چکر میں، پھر ایسے دوست اور ایسا ماحول ملا کہ انہوں نے کہا یار ایک پرسینٹ سود تو کوئی مشکل نہیں ہے یہ اخراجات ہوتے ہیں ضرورت پڑتی ہے، اس کی بھی ضرورت اس کی بھی ضرورت، ایک پرسینٹ کھانا شروع کیا آج تیس تیس پرسینٹ بھی کھا رہے ہیں۔ ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۝١٠﴾ یعنی شرک کرنے والے کو دیکھ لیں آپ۔ عجب بات دیکھیں آپ۔ ایک رب سے مانگنا آسان ہے یا دس درباروں کی طرف جا کے مانگنا آسان ہے؟ اللہ کے لیے مجھے بتائیں۔ اپنی جگہ پر بیٹھ کر بغیر وضو کے بھی آپ اپنے رب سے مانگ سکتے ہیں، توبہ کر سکتے ہیں۔ دعا کے لیے وضو شرط ہے کیا؟ نہیں ہے شرط۔ اپنے رب سے دعا کریں گڑگڑا کر دعا کریں اللہ تعالیٰ سنتا ہے۔

﴿ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۝٦٠﴾ (الغافر:60) استجابت اُدعوني کے ساتھ جڑی ہوئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ رزق کی تنگی ہے، اولاد کی حاجت ہے ضرورت ہے، ایک پیر کے دربار پہ گئے کام نہیں بنا، دوسرے کے دربار پر گئے ادھر بھی نہیں بنا تیسرے کے دربار پر گئے، چوتھے کے دربار پر گئے، اچھا یہ تھکتا کیوں نہیں ہے؟ ایک جگہ پہ گیا جی بھر گیا دل نہیں کیا۔ اپنے رب سے مانگ کر تھک گیا ہے بیچارہ، اللہ تعالیٰ سنتا ہی نہیں ہے (نعوذ باللہ)۔ اس کی حالت بتا رہی ہے اس لیے پھر وہ دوسرے راستے ڈھونڈتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہیں پہ کوئی کام بن جائے میرا۔ ان مختلف درباروں پر جا کر دس درباروں پر آتے جاتے ہوئے اور دور دراز بھی لوگ سفر کرتے ہیں کئی لوگ واللہ میں حیران ہوں چھ چھ سو یا اس سے زیادہ کلومیٹر سفر کر کے بھی جاتے ہیں ان درباروں کے لیے۔

﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۝١٠﴾ اس نے یہی راستہ اختیار کیا ہے یہ راستہ آسان کر دیتے ہیں۔

کر سچن مانگتے ہیں عیسی علیہ الصلاۃ والسلام سے۔ان کو مل جاتا ہے جو وہ مانگتے ہیں؟ نہیں ملتا؟ مل بھی جاتا ہے کبھی نہیں بھی ملتا۔ ہندو اپنے رام سے مانگتے ہیں، بت کے سامنے سر جھکا کے مانگتے ہیں ان کو بھی ملتا ہے، کیا یہ بت دیتا ہے یا اللہ کے نبی عیسی علیہ الصلاۃ والسلام دیتا ہے؟ نہیں! دینے والا اللہ ہی ہے اور کوئی بھی نہیں ہے۔ مومن کس سے مانگتا ہے؟ صرف اپنے رب سے مانگتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے بعض اوقات بے مانگے دیتا ہے اور بعض اوقات مانگنے سے بھی نہیں دیتا ہے۔احکم الحاکمین کی حکمت ہے، اللہ کی مرضی ہے لیکن جو غلط راستے پہ چل رہا ہے اگر وہ اپنے اس راستے سے ہٹ کر اپنے رب سے توبہ نہیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے یہی غلط راستہ ہی آسان کر دے گا۔ ﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰﴾ دنیاوی امور میں اور دینی امور میں بھی۔ بدعات خرافات والوں کو دیکھ لیں آپ یعنی غاروں کی طرف یا جنگلوں میں جا کر فاقے کرنا اور ایک ایک یعنی ایک بادام پر چالیس سال گزارہ کرنا۔ یہ عسریٰ ہے کہ نہیں؟ مشکل ہے کہ نہیں میرے بھائیو؟ عسریٰ ہے کہ نہیں؟ بدعت ہے کہ نہیں یہ؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آسان کر دیا ہے۔ جمعہ کی نماز اور جو نماز باجماعت جو فرض ہے اس بزرگ پر اس کو چھوڑ رہا ہے۔ وہ جنگلوں میں کیوں بھٹک رہا ہے؟ اس کو حقیقت کی تلاش ہے۔ کون سی حقیقت تمہیں چاہیے؟ کلمہ پڑھ لیا اس سے بڑھ کر تمہیں کیا حقیقت چاہیے؟ لیکن کیونکہ کلمہ کو سمجھا نہیں ہے اس لیے اس چیز کی تلاش میں ہے جس سے اپنے دل کو سکون دینا چاہتا ہے۔ کلمہ تو پڑھا ہے نا زبان سے، اس پہ دل سے یقین بھی کرو اس پہ عمل کرنا بھی شروع کر دو صحیح سمجھنے کے بعد۔ علم کا راستہ مشکل ہے ان کے لیے۔ جنگلوں میں بھٹکنے کا راستہ ان کے لیے آسان ہے۔ کس نے آسان کیا؟ ﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰﴾

اچھا ایک قصہ مشہور ہے کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ کافروں کے لیے مشکل تو نہیں ہمیشہ، ان کے لیے آسانی بھی تو ہوتی ہے، دیکھیں ان کے ٹیکنالوجی ان کے پاس ہے، پیسہ ان کے پاس ہے، مال و دولت ان کے پاس ہے یہاں تک آج ہم ان کے محتاج بنے بیٹھے ہیں دنیا کے اعتبار سے، ٹیکنالوجی کے اعتبار سے۔ آخر یہ کیا معاملہ ہے؟ اور حدیث میں یہ آیا ہے «اَلدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر» کہ "دنیا جو ہے مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔"

ایک قصہ بعض علماء بیان کرتے ہیں کہ الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری کے مصنف مصر میں قاضی القضاۃ تھے، چیف جسٹس تھے اپنے زمانے کے۔ چیف جسٹس جو ہوتے ہیں ان کی اپنی ایک شان ہوتی ہے، ان کا مقام ہوتا ہے۔ اور مالدار بھی تھے یعنی امیر خاندان سے تھے تو اپنی بگی پر جا رہے تھے تو ایک یہودی نے ان کو دیکھ لیا گزرتے ہوئے اور یہ یہودی جو ہے سمان گھی بیچنے والا جو ہوتا ہے، جسے ہم تیلی کہتے ہیں۔ تو اس نے جا کر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو روکا اور کہا تمہارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ کہتا ہے کہ دنیا

جو ہے وہ مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔ اور تم کہتے ہو کہ ہم کافر ہیں یہودی جو ہیں۔ اپنی حالت دیکھو اور میری حالت دیکھو۔ یعنی حدیث کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ تم جنت میں ہو اور میں قید خانے میں ہوں۔ الٹا معاملہ ہے۔

بڑا پیارا جواب دیتے ہیں، فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جو مومنوں کے لیے تیار کیا ہے جنت میں اس کے سامنے جو بھی تم یہاں پر دنیا میں دیکھ رہے ہو نہ جو بھی دنیا ہے ساری اس کے سامنے یہ ساری دنیا جو ہے قید خانہ ہے۔ اور جو آخرت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے اس کے سامنے تمہاری یہ حالت جو ہے یہ جنت ہے۔ سبحان اللہ! یہ بات اس کے دل میں بیٹھ گئی اور اس نے کلمہ بھی پڑھ لیا ہے۔

واقعی دنیا کے سب سے بڑے امیر انسان کو دیکھ لیں آپ۔ جنت میں جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے تیار کر رکھا ہے اس کے سامنے یہ ساری کی ساری دنیا کی بادشاہت کیا ہے؟ کوئی معنی رکھتی ہے؟ کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس لیے سب سے بڑا امیر بھی اس کے لیے دنیا کیا ہے؟ قید خانہ ہے آخرت جنت کے اعتبار سے یا جنت کے سامنے۔ سب سے بدترین زندگی گزارنے والا کافر جو ہے دنیا میں سب سے تنگ زندگی گزارنے والا کافر جو ہے، آخرت کے اعتبار سے جہنم کے اعتبار سے دنیا میں وہ جنت میں ہے کہ نہیں؟ کیونکہ دنیا کی تکلیف دنیا کے ساتھ ختم ہو جائے گی جہنم کی تکلیف کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے کافروں کے لیے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یہ شخص جس نے حسنیٰ کی تکذیب کی ہے، بخل کا راستہ اختیار کیا ہے، استغنیٰ اپنے رب سے بے پرواہ ہو چکا ہے۔ یہ اس نے کیوں ایسا کیا ہے؟

﴿وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ﴿١١﴾﴾ اور اس کا مال اس کو فائدہ نہ دے گا جب وہ نیچے گرے گا۔ یعنی ہلاک ہو گا۔

مال اس نے کمایا ہے، بے پرواہ ہے نا، دنیا میں ایک عجیب بات ہے۔ جس کے پاس جتنا زیادہ مال ہوتا جاتا ہے اتنا ہی وہ بے پرواہ ہوتا جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یعنی ہماری دنیا میں آنے سے پہلے جب یہ انسان اپنی ماں کے پیٹ کے اندر چار مہینے کا ہوتا ہے چار کلمات لکھ دیے جاتے ہیں، کون سے چار کلمات ہیں؟

1۔ سب سے پہلے رزق

2۔ پھر اس کا عمل

3۔ پھر اس کا عجل

4۔ پھر شقی و سعید

رزق کیوں لکھا جاتا ہے؟ کیونکہ اسی کی بنیاد پر اس انسان نے زندگی گزارنی ہے دنیا میں۔ رزق کی تنگی ہے، فراوانی ہے، یا وسعت ہے۔ لیکن عمومی طور پر دیکھا گیا ہے الا من رحم الله سبحانه وتعالیٰ، جتنا مال زیادہ ہوتا جاتا ہے یہ انسان اتنا ہی بے پرواہ ہوتا جاتا ہے۔ اچھا جس نے مال کو کمایا ہے اور اس نے بہت سارا مال جمع کر لیا ہے دنیا میں، سب سے بڑا امیر ترین انسان ہے دنیا کا لیکن راستہ اس نے غلط اختیار کیا ہے مشکل راستہ۔ یہ مال اس کے کوئی کام آئے گا؟ مال جمع کیا اس نے، دنیا کی طاقت ہے، پاور ہے، سب کچھ اس نے اس مال سے لے لیا ہے۔ انسان مال سے کہتے ہیں کچھ بھی خرید لیتا ہے دنیا کے اعتبار سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ۝١١﴾ یہ مال اس کے کیا کام آئے گا جب وہ نیچے گر کے ہلاک ہو جائے گا۔ ہلاک سے کیا مراد ہے؟ دنیا میں نیچے تو نہیں گرتے نہ۔ آخرت میں جب جہنم رسید ہو گا تب یہ مال اس کے کیا کام آئے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی حق کو بیان کرنے کی، یہ کیوں بھٹکا ہے؟ کیوں بے پرواہ ہوا ہے؟ کیوں حسنیٰ کی تصدیق نہیں کی اس نے جب کہ ﴿إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۝١٢﴾ ﴿وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۝١٣﴾

جب کہ ہمارے ذمے ہے راہ دکھانا اور بے شک دنیا اور آخرت ہمارے ہاتھ میں ہے۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ ﴿إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۝١٢﴾ اور ہدایت کی جب علماء تقسیم کرتے ہیں تو ایک ہے هداية الدلالة والارشاد: راہ راست پر لوگوں کی رہنمائی کرنا، صراط مستقیم کی طرف لوگوں کو بلانا، یہ ہدایت اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر علماء کے پاس بھی ہے هداية الدلالة والارشاد۔ قرآن مجید پورا کیا ہے؟ یہی دلالة والارشاد ہے، اللہ تعالیٰ نے ہماری رہنمائی کے لیے اس قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے آخری پیغام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآن مجید کے پیغام کو پہنچایا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان سے بھی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچایا ہے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور پھر جو علماء ہیں، صحابہ ہیں، تابعین واتباع التابعین، سلف صالحین ہیں پھر دیگر علماء جو ہیں، یہ سارے کے سارے ہدایت دیتے ہیں لیکن هداية الدلالة والارشاد، رہنمائی کرتے ہیں حق کی طرف لوگوں کی۔

دوسری قسم کی ہدایت ہے دلوں کی ہدایت، توفیق کی ہدایت۔ اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ میں بھی نہیں ہے۔ اگر مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ میں ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾[القصص:56] اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جسے پسند کرتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔ اور دوسری آیت میں ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾[الشوریٰ: 52] اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ضرور لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ **یہ تضاد ہے؟** تضاد نہیں ہے۔ پہلی ہدایت دلوں کی توفیق کی ہدایت ہے یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ دوسری ہدایت جو مثبت ہے وہ ھدایۃ الدلالۃ والارشاد ہے، حق کی طرف رہنمائی کرنے کی ہدایت ہے۔

﴿وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۝١٣﴾ اور آخرت اور اولیٰ اور دنیا بھی ہمارے ہاتھ میں ہے۔ دنیا وآخرت کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، رزق کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے، مال کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے، ہماری زندگی اور جان کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے تو انسان کیوں بھٹک رہا ہے؟ کیوں اپنے رب کی نافرمانی کرتا ہے؟ کیوں ہدایت کے راستے سے دور ہونا چاہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اسی یعنی ہمارے لیے انسانوں کے لیے اپنی کتابیں نازل فرمائی ہیں، اپنے رسول بھیجے ہیں اور ہمیں دل بھی دیا سمجھنے کے لیے، آنکھیں بھی دی ہیں دیکھنے کے لیے، کان بھی دیئے ہیں سننے کے لیے اس کے باوجود بھی یہ انسان ہدایت کا راستہ اختیار نہیں کرتا۔

﴿فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ۝١٤﴾ بس میں تمہیں ڈراتا ہوں بھڑکتی ہوئی آگ سے۔ اللہ تعالیٰ نے ڈرایا بھی ہے، ہدایت کا راستہ اختیار کرو ورنہ پھر ایک بھڑکتی ہوئی آگ بھی ہے جو نافرمانوں کی منتظر ہے۔ کوئی حجت باقی نہیں رہی ہمارے پاس۔

یہ ﴿نَارًا تَلَظَّىٰ﴾ کس کے لیے ہے؟ ﴿لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۝١٥﴾ اس میں صرف بدبخت ہی داخل ہوگا۔ نہیں داخل ہوگا اس میں مگر سب سے بڑا بدبخت۔ ﴿الْأَشْقَى﴾ ایک شقی ہوتا ہے ایک اشقی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ اور سب سے بڑا بدبخت مشرک ہے اور کافر ہے، سب سے بڑی نافرمانی ہے یہ۔

أشقى کیوں ہے یہ؟ ﴿الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝١٦﴾ جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا، جھٹلایا: جس چیز کی تصدیق کرنی تھی اس کو جھٹلا دیا ہے۔ اور جس چیز پر عمل کرنا تھا اس سے منہ موڑا ہے۔

ہمارے دین میں کیا ہے؟ تین چیزیں ہیں:

(1) خبر ہے (2) امر ہے (3) اور نہی ہے۔

خبر کی تصدیق کی جاتی ہے، حکم کی تعمیل کی جاتی ہے، اور نہی سے اجتناب کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالی نے اس ایک آیت میں، دو لفظوں میں یہ پوری تفصیل بیان کر دی ہے۔ ﴿الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ﴾ جھٹلایا ہر اس بات کو جس کی تصدیق کرنی تھی، ہر خبر کو جھٹلایا۔ اللہ نے فرمایا میں تمہارا واحد سچا معبود ہوں، جھٹلا دیا، نہیں مانا شرک کر بیٹھا۔ اللہ نے فرمایا اتباع میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی کرنی ہے، توحید اور اتباع۔ نہیں تصدیق کی، جھٹلایا اور بدعت کر بیٹھا۔ اللہ نے نماز کا حکم دیا ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾ یہ کیا ہے؟ امر ہے۔ اس کا کیا کرنا تھا؟ تعمیل کرنی تھی۔ بے نمازی ہو گیا، نماز نہیں پڑھی۔ ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ﴾ (الإسراء : 32) زنا کے قریب مت جانا، یہ کیا ہے؟ نہی ہے، اجتناب کرنا تھا۔ اعراض کر دیا ہے۔ نہ تو جس چیز کا حکم دیا اس کی تعمیل کی ہے، نہ جس سے منع کیا گیا اس سے رکا ہے اور نہ ہی اللہ تعالی کی خبر کی تصدیق کی ہے۔ ﴿الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ﴾ یہ ﴿الْأَشْقَى﴾ ہے، جتنی یہ تکذیب اور اعراض بڑھتا جاتا ہے اتنی ہی شقاوت بڑھتی جاتی ہے، بد بختی بڑھتی جاتی ہے۔ یاد رکھیں! یہ تناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔

دیکھ لیں لوگوں کی زندگی میں، فرعون کو دیکھ لیں۔ فرعون نے کیا کہا تھا؟ ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ﴾ (النازعات : 24) اپنے زمانے کا سب سے بڑا اشقی ہے کہ نہیں؟ اس نے کیا کیا؟ ﴿كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ﴾ کتنا دور ہو گیا اپنے رب سے وہ؟ کتنی بڑی بات اس نے کہہ دی کہ میں تمہارا رب نہیں بلکہ تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ نعوذ باللہ۔

اور ایسے فرعون ہر زمانے میں آتے رہے ہیں اور اپنے زمانے کے الأشقی ثابت ہوئے ہیں لیکن اس کے برعکس بھی دیکھیں دوسری طرف کیونکہ تضاد ہونا ہے، یہ سورۃ متضادات کو بیان کر رہی ہے۔ ٹھیک ہے نا۔ اب اشقی ہے تو اتقی بھی باقی ہے کہ نہیں؟

اب دیکھیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى﴾ اور عنقریب تحقیق اس سے پرہیزگار کو بچا لیا جائے گا۔ کس چیز سے؟ اس نار تلظیٰ سے، جو سلگتی ہوئی بھڑکتی ہوئی آگ ہے، اس میں داخل ہو گا اشقی جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا اور اس سے بچا لیا جائے گا ﴿الْأَتْقَى﴾ متقی نہیں فرمایا، ﴿الْأَتْقَى﴾ کیوں؟ کیونکہ اشقی ہے تو اتقی بھی ہے۔ اچھا! یہ اتقی کون ہے؟ جس نے تصدیق کی ہے، کذب نہیں ہے صدق ہے۔ وتولیٰ نہیں ہے بلکہ اعطیٰ ہے۔ یعنی اس کا ذکر نہیں فرمایا ہے، اس سے بڑھ کر بات بیان کی ہے۔ ﴿الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ﴾

جب انسان اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے، مال محبوب ہے نا؟ جب آپ بغیر کسی عوض کے کسی کو مال دی دیتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں بغیر عوض کے دیتے ہیں۔ دیکھیں ہم کوئی کتاب خریدتے ہیں، پیسہ دے کر کچھ لیتے ہیں نا؟ دنیا میں کوئی فائدہ ہمیں ہوتا ہے

نا؟ پیسے دے کے کھانا خریدتے ہیں، لباس خریدتے ہیں تو پیسے میں عوض ہم کچھ لیتے ہیں واپس بدلے میں۔ جب زکوۃ دیتے ہیں تو کیا لیتے ہیں ہم؟ کسی کو جب صدقہ دیتے ہیں، کسی فقیر کی مدد کرتے ہیں کیا لیتے ہیں؟ کچھ نہیں۔ دنیا میں ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ کس کے لیے دیا ہے؟ اللہ کے لیے دیا ہے، اللہ کے راستے میں دیا ہے اس کا اجر بھی ہمیں اللہ ہی دے گا یہ یقین ہوتا ہے نا؟ اچھا جو بھی ایسا عمل کرتا ہے، تصدیق کی ہے کہ نہیں؟ خبر کی تصدیق کی ہے کہ نہیں؟ اچھا! جو اوامر اور نواہی ہیں اس پر عمل کیا ہے کہ نہیں؟ اس لیے یہاں پر ﴿وصدق﴾ ﴿واعطیٰ﴾ کی ضرورت نہیں تھی بلکہ جو اس کا اصل مقصد ہے بیان کرنے کا جو اس کا رزلٹ ہے یا نتیجہ ہے ایسے شخص کا اس کو بیان کیا ہے۔

﴿الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ﴿١٨﴾﴾ جو اپنا مال دیتا ہے اور اپنے آپ کو پاک کرتا ہے۔ مال دے کر پاکیزگی اپنی کر دیتا ہے۔ نافرمانی سے پاکیزگی ہے، دل کی تنگی سے پاکیزگی ہے، دل میں کوئی خرابی ہے کدورت ہے اس کو بھی صاف کر دیتا ہے۔ اخلاص ہے، مخلص بندہ ہے، اور جب کسی کے دل میں اخلاص پیدا ہو جاتا ہے تو آہستہ آہستہ دل کی صفائی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ واللہ! اخلاص بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ شرک، بدعات، خرافات، بغض، کینہ، حسد، دل کی جتنی بیماریاں بھی ہیں اگر علاج کرنا ہے صحیح طریقے سے تو اخلاص اس کا علاج ہے۔ لوگ کہتے ہیں یار دل تنگ ہے، پریشانی ہے، ذرا اخلاص کو دیکھو تم کتنا مخلص ہو اپنے عقیدے میں، عبادات و معاملات میں اپنے رب کے لیے کتنا حصہ ہے؟ معاملات میں بھی دیکھ لیں آپ۔ تاجر خرید و فروخت میں اپنی تجارت میں کتنا مخلص ہے۔ نماز میں نماز پڑھتے ہوئے عبادت میں کتنا مخلص ہے۔ توحید میں اتباع میں کتنا مخلص ہے۔

اخلاص کلمہ توحید کی شرطوں میں سے کیوں ہے؟ اخلاص کے بغیر کلمہ توحید کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ اخلاص دل کو پاک اور صاف کر دیتا ہے اور جب دل پاک ہو گیا تو جسم بھی پاک ہو گیا۔ کیونکہ اساس کیا ہے؟ دل ہی ہے۔

﴿الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ﴿١٨﴾﴾ اس کا مال بھی پاک ہو جاتا ہے زکوۃ سے اور وہ خود بھی پاک ہو جاتا ہے۔

مال دینے کی وجہ کیا ہے؟ دیکھیں اخلاص، جس کا میں نے ذکر کیا ہے وہ کیسے اللہ نے بیان فرمایا ہے:

﴿وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ﴿١٩﴾﴾ اور کسی کا اس پر احسان نہیں جس کا بدلہ دے رہا ہے۔

اس نے دیا تو ہے اللہ کے راستے میں لیکن اس لیے نہیں دیا کہ کسی نے اس پر احسان کبھی کیا ہے اور اس کا بدلہ دے رہا ہے۔ نہیں! کسی نے اگر احسان کیا ہے، نہیں کیا اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن وہ دینا جانتا ہے اور صرف اپنے رب کے لیے دینا جانتا ہے۔ یہ

نہیں جانتا ہے کہ بعض لوگوں کی زندگی کیسے عجیب سے گزرتی ہے واللہ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے یہاں تک کہ صلہ رحمی میں بھی، کہتے ہیں یار وہ نہیں خبر رکھتے تو ہم کیسے خبر رکھیں ان کی۔اس نے کبھی ٹیلی فون نہیں کیا تو میں کیسے فون کروں اس کو۔ اس نے کبھی حال نہیں پوچھا میں کیوں حال پوچھوں اس کا۔یہ صلہ رحمی ہے کیا؟ نہیں! یہی تو قطع رحمی ہے یہ بدلہ چکایا جا رہا ہے،صلہ رحمی نہیں کی جا رہی بدلہ چکایا جا رہا ہے اور بدلے کے لیے ہم بہت بڑے شیر ہیں۔الا من رحم اللہ سبحانہ وتعالی۔ کوئی دیتا ہے تو ہم اس کو دیتے ہیں، کوئی احسان کرتا ہے تو ہم بھی اس پر احسان کرتے ہیں، کوئی رشتہ جوڑتا ہے ہم بھی رشتہ جوڑتے ہیں اس کے ساتھ۔یہ رشتہ جوڑنا نہیں ہے یہ رشتہ توڑنا ہے۔اچھا پھر صلہ رحمی کیا ہے؟ جب وہ توڑیں آپ جوڑنے والے بنیں تو اسے کہتے ہیں رشتے کو جوڑنا یہ صلہ رحمی ہوتی ہے۔کوئی منہ موڑتا ہے رشتہ دار کوئی آپ سے دور ہوتا ہے آپ اسے قریب کرتے ہیں، اور کیوں کرتے ہیں؟ اللہ کے لیے کرتے ہیں رشتہ جوڑتے ہیں کیونکہ آپ کو پتا ہے کہ رشتہ توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔آپ اللہ کے لیے رشتے کو جوڑتے رہتے ہیں۔

جب احسان کا بدلہ نہیں وہ دے رہا ہے تو پھر کیوں دے رہا ہے یہ بندہ، یہ جو اتقیٰ ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝٢٠﴾ وہ صرف اس لیے دے رہا ہے صرف اپنے رب اعلیٰ کے چہرے کے لیے۔رب اعلیٰ کے لیے خصوصی طور پر دے رہا ہے۔

بعض ترجمہ میں رضا کا لفظ ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے دے رہا ہے اور صحیح یہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔ہاں اس عقیدے کے ساتھ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اخلاص کے لیے تو ٹھیک ہے معنی۔لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے چہرے کا انکار کرنا ہے اور پھر رضا یا اخلاص کی بات کرنی ہے تو یہ معنی غلط ہے، یہ ترجمہ غلط ہے۔ٹھیک ہے نہ؟ اہل سنت والجماعت کے نزدیک دونوں معنی ٹھیک ہیں لیکن جو اصل معنی ہے اللہ تعالیٰ کے چہرے سے مراد اللہ تعالیٰ کا حقیقی چہرہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔تو اس کو بھی نوٹ کرلیں۔

﴿إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝٢٠﴾ اچھا! وجہ ربہ اس کا رب ہے۔رب اور اعلیٰ، ذرا غور کریں اس پر۔رب ہے اسی نے ہی پیدا کیا ہے، وہی مالک ہے، خالق ہے، رازق ہے، تدبیر کرنے والا ہے، مشکل کشاء ہے، حاجت روا ہے اور ہے بھی سب سے

اعلیٰ۔ جب رب اعلیٰ کے سامنے سر جھکا کر خبر کی تصدیق اور حکم کی تعمیل اور نہی سے اجتناب کیا جاتا ہے تو رب اعلیٰ اس کی شان بھی بلند کر دیتا ہے دنیا اور آخرت میں۔ اور وہ متقی سے اُتقی بھی بن جاتا ہے۔ سبحان اللہ۔

دیکھیں ﴿ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ﴾ پر غور کریں جتنا اخلاص آپ کا مضبوط ہوگا دنیا اور آخرت میں عزت اور مقام آپ کا بلند ہوگا یہ لازم ہے۔ سبحان اللہ! اس لیے آپ دیکھتے ہیں کہ چار فقہاء کا نام آتا ہے اگرچہ اس زمانے میں صرف چار فقہاء تھے؟ ہزاروں تھے لیکن چار کا نام ہے صرف۔ اسی طریقے سے آپ دیکھتے ہیں علماء میں سے کئی علماء آتے ہیں، ڈگریاں ایک جیسی ہوتی ہیں (PHD , PHD, PHD) تینوں کی ڈگریاں عقیدے میں ہیں لیکن ایک کا نام بہت بلند ہوتا ہے اور باقی وہی علم ہوتا ہے۔ آخر کیا راز ہے؟ بعض علماء فرماتے ہیں اخلاص ہی راز ہے، یہ وہ راز ہے جو کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ سبحان اللہ۔

ہم یہ نہیں تہمت لگاتے جو زیادہ معروف نہیں ہے وہ مخلص نہیں ہے، نہیں کہہ رہے ہم۔ مخلص وہ بھی ہوں گے لیکن دو لوگوں کا اخلاص برابر نہیں ہوتا ممکن نہیں ہے کیونکہ اخلاص کا تعلق دل سے ہے اور دل کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس پر ہم بات نہیں کرتے لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں دنیا میں کہ دو لوگ برابر نہیں ہوتے، بعض لوگ دوسروں سے علم میں زیادہ ترقی حاصل کر لیتے ہیں یعنی زیادہ عالم ہوتے ہیں۔ اور طلاب علم بعض اوقات ان سے بڑا درجہ رکھتے ہیں سبحان اللہ۔ مقبولیت ہوتی ہے۔ وجہ کیا ہے؟ اللہ اعلم! یہ اخلاص کا معاملہ ہے۔ ﴿ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ﴾ الاعلیٰ پر غور کریں ذرا۔

اور آخر میں جب یہ معاملہ ہوگا تو سب سے بڑی خوشخبری ابھی باقی ہے:

﴿وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝٢١﴾ اور عنقریب ضرور اسے راضی ہی کر کے رہیں گے۔ راضی کون کرے گا؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے راضی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی راضی کرے گا۔ اور بعض مفسرین فرماتے ہیں: یہ جو الاتقیٰ سے لے کر یہاں یرضیٰ تک سیدنا ابو بکر الصدیق کے تعلق سے ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق ھذہ الامۃ یہ آیتیں ان پر نازل ہوئی ہیں۔ یہ ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ! یعنی کتنا عظیم مقام ہے صحابی کے لفظ سے بھی بیان ہوا ہے قرآن مجید میں اور الاتقیٰ ﴿وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ﴾ کے ان الفاظوں سے بھی اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ کتنی بلند شان ہے کتنا عظیم مقام ہے۔ رضی اللہ عنہ وعن الصحابۃ اجمعین۔ کیونکہ دنیا کو قربان کیا ہے۔

بات مال کی آئی ہے نہ اس نے بخیلی کی ہے اور یہ دینے والا ہے۔ سیدنا ابو بکر الصدیق نے دو مرتبہ اپنا پورا مال قربان کیا، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جا کے رکھ دیا تو ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قرآن مجید میں۔

الا تقیٰ اور ﴿ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى﴾ جب کسی کی زندگی میں یہ باتیں آجاتی ہیں، اخلاص مضبوط ہوتا ہے، تقویٰ اس کے لیے مزید آسان ہو جاتا ہے ﴿فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝٧﴾ اور باقی جو سارے معاملات ہیں علم کے اعتبار سے، تقویٰ ہے، عمل ہے اور دیگر جو معاملات ہیں سب میں وہ سب سے اگے ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی بھی ہو جاتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو بھی راضی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا بہت بڑی نعمت ہے واللہ! کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر راضی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ میں بھی اسے راضی کر کے رہوں گا یہ بہت بڑا مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآن اور سنت پر چلنے کی، منہج السلف کو اپنانے کی اور ان پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں متقین میں اور اپنے رحمت میں داخل فرمائے۔ واللہ اعلم۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (092: سورۃ اللیل کی مختصر تفسیر) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio